ہماری زبان

انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ کا پندرہ روزہ

قیمت فی پرچہ دو آنے — سالانہ چندہ دو روپے

جلد ۱۴ | ۱۵ مارچ ۱۹۵۵ء | ایڈیٹر۔ قاضی عبد الغفار | ۲۱ رجب المرجب ۱۳۷۴ھ | نمبر ۶

... REHMAN SAHIB,
Hony. Secretary,
Anjuman Taraqqi-e-Urdu,
Himayat Nagar,
HYDERABAD (DECCAN).

اشک شوئی

اتر پردیش اسمبلی کی روئیداد کے ایک ٹکڑے سے جو اسی اشاعت میں ہم کسی جگہ شائع کر رہے ہیں یہ مژدہ جانفزا ہم تک پہنچا ہے کہ

"حکومت یہ مانتی ہے کہ اس پردیش میں اردو بھی بولی جاتی ہے اور بہت سے بچوں کی مادری زبان اردو ہے"

اور روح کو تسکین دینے والا یہ اعلان بھی خوش آئند ہی کہا جائے گا کہ

"سرکار کو اس کی مدد کرنے میں کوئی تامل نہیں جو سرکار کی طرف سے کسی غیر سرکاری زبان کی کی جانی چاہئے"

وہ تمام سرکاری مراعات بھی جانفزا ہیں، جو اس "غیر سرکاری" زبان کو دی جا رہی ہیں۔ مثلاً عدالتوں میں اردو کی درخواستوں کا قبول کرنا، مدرسوں میں اردو پڑھنے والے بچوں کا داخلہ، اردو میں کورس کی کتابوں کی طباعت کا انتظام وغیرہ وغیرہ

ان عنایات گرانمایہ پر اسمبلی کے بعض ممبران کا تبصرہ کچھ صحیح اور کچھ غلط ہے۔ مثلاً ایک ممبر صاحب نے جو وزیر مالیات کی اس تقریر پر خوش ہو ہو کر میز پیٹ رہے تھے فرمایا کہ

"مجھے بیحد مسرت ہے کہ سرکار نے اردو کے متعلق اپنا نقطۂ نظر ظاہر کر دیا۔ رہ گیا اس پر عملدرآمد کا سوال سو اس کو ہم دیکھ لیں گے"

"ہم اس کو دیکھ لیں گے" سے جس درجہ یقین اور خود اعتمادی ظاہر ہوتی ہے وہ بصیرت افروز پیمانہ ہو مگر تبسم آفریں ضرور ہے۔ جس سرکاری نقطۂ نظر [illegible] کرنے پر بیحد مسرت ظاہر کی جا رہی ہے وہ تو شروع ہی سے یہی خالص دودھ اور شہد ملا کر ظاہر کیا جاتا رہا ہے!

ایک ممبر صاحب نے تو یہاں تک فرما دیا کہ یہ تقریر اردو کی ایک وصیت ہے۔ ہم تلاش کر رہے ہیں کہ حافظ ابراہیم صاحب کی تقریر میں اردو کی فتح و نصرت کا پہلو اگر کوئی ہے تو کہاں پوشیدہ ہے!

ایک ممبر صاحب نے فرمایا کہ:-

"وزیر مالیات نے کوئی نئی بات نہیں کہی سرکار کی طرف سے بار بار یہی باتیں کہی گئی ہیں مگر ان پر عمل درآمد نہیں ہوا۔ سوال عملدرآمد کا نہیں اصل درآمد کا ہے۔ دیکھنے کی بات یہ ہے کہ حکومت میں یہ طاقت ہے کہ اپنے افسروں سے بھی اپنی پالیسی منوائے۔ اب تک تو تجربہ اس کے خلاف ہی رہا ہے"

ایک دوسرے ممبر نے بھی اس نقطۂ نظر کی تائید کی اور کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہی نقطۂ نظر حقائق سے زیادہ قریب ہے۔ پھر یہی دیکھنا ہے کہ ان انتظامی احکام کی جو اردو کے متعلق دئے جاتے ہیں اور جن پر ماتحت حکام کم عمل کرتے ہیں، کیا قیمت کیا ہے اور کیا ضمانت ہے۔ اس بات کی کہ جو رعایتیں دی جا رہی ہیں وہ آج کے بعد کل بھی باقی رہیں گی۔ وزراء آتے ہیں وزراء جاتے ہیں، وزارتیں بنتی ہیں اور وزارتیں ٹوٹتی ہیں، جو کچھ لکھا جاتا ہے اس پر قلم بھی پھیرا جا سکتا ہے۔ جب تک اردو کو کوئی دستوری ضمانت حاصل نہیں یہ زبان اتر پردیش حکومتوں اور حاکموں کے جذبے کا کھلونا بنی رہے گی۔ اسی لئے انجمن کے وفد نے یہ بنیادی مطالبہ کیا ہے

کہ اس کی علاقائی حیثیت کو تسلیم کیا جائے اور صدر جمہوریہ دفعہ ۳۴۷ کے تحت اعلان کردیں کہ یہ کس علاقہ کی علاقائی زبان ہے۔ ساری کارروائیوں اور مراعات کا ذکر کیا جاتا ہے اس طرح گویا کہ یہ اردو والوں پر کوئی بڑا احسان کیا جارہا ہے لیکن علاقائی زبان کا معاملہ کسی کی زبان پر نہیں آتا۔ اگر ہماری اطلاع غلط نہیں تو اسی مطالبے کی مخالفت صدر جمہوریہ کے فیصلے میں رکاوٹ پیدا کررہی ہے۔ اور اترپردیش کی حکومت اسی مطالبے کو ماننے کے لئے تیار نہیں۔ کیوں؟ کیا اس لئے کہ اس مطالبے کو مان لینے کے بعد اترپردیش میں اردو زبان ان کے اور اس کے افسروں کے اقتدار سے باہر ہوجائے گی؟ صاف بات یہ ہے کہ اردو والے یہی چاہتے ہیں کہ یہ زبان اترپردیش کی حکومت کی سیاسی مصلحتوں اور ذہنی تعصبات کا کھلونا نہ بنائی جائے۔ اس لئے علاقائی زبان کے مطالبے کو کمزور کرنے کے لئے جو چند رعایتیں اس وقت دی جارہی ہیں یا ان کا اعلان کیا جارہا ہے ان پر خوش ہونے کا ہمارے لئے کوئی موقع نہیں جب چند روز کے بعد کہا جائے گا کہ جن آسانیوں کی اترپردیش میں اردو زبان کو ضرورت تھی وہ تو دے دی گئیں۔ پھر اب علاقائی حیثیت کی بحث ہی کیوں اٹھائی جاتی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ تمام رعایتیں تو محض فروعات ہیں۔ اصل اصول تو وہ ہی علاقائی حیثیت ہے جو دستور میں تسلیم کی جاچکی ہے۔ صرف علاقہ کا تعین باقی ہے۔ جس کے لئے صدر جمہوریہ کی خدمت میں عرض داشت پیش کی گئی ہے۔

یہ سب کچھ جو ہم نے یک گونہ تلخ لہجے میں کہا ہے اس کا ہرگز یہ مطلب نہ سمجھا جائے کہ جو رعایتیں "ایک غیر سرکاری زبان" کی حیثیت سے اردو کو دی جائیں ان سے فائدہ نہ اٹھایا جائے بلکہ یہ بہت ضروری ہے کہ مدارس میں بچوں کے داخلہ کے متعلق پوری جدوجہد کی جائے اور زیادہ سے زیادہ تعداد میں بچوں کو داخل کرایا جائے اور جہاں ماتحت حکام رکاوٹیں پیدا کریں وہاں ان کا پیچھا کیا جائے۔ جو کچھ بھی اس طرح حاصل ہوجائے وہ بہت غنیمت ہوگا۔ لیکن ان صاحب کی صورت سے خود اعتمادی اور خوش فہمی کی تقلید نہ کی جائے جنھوں نے بظاہر بہت ہی مسرت اور سکون قلب کے ساتھ فرمایا کہ "رہا عمل درآمد کا سوال اسے ہم دیکھ لیں گے"۔

اس عمل درآمد کا رونا چار پانچ برس سے رویا جارہا ہے لیکن اسمبلی کے تمام ممبر بھی جو اردو دوست ہیں اپنی متحدہ قوت سے کچھ نہ کرسکے۔ اب یہ کہہ دینا کہ وہ سب ہم دیکھ لیں گے عوام کو گمراہ کرنا ہے۔ منزل مقصود تو ہر حال میں سامنے رہنی چاہیے۔ اور وہ منزل وہی ہے جہاں ہم اترپردیش کی علاقائی حیثیت کو تسلیم کرالیں گے۔

اور یہ نہیں تو یارو یہ سب کہانیاں ہیں!!

جوابی امور کے لئے دو آنے کا ٹکٹ یا جوابی کارڈ آنا ضروری ہے

دہلی میں اردو

دہلی میں اردو زبان کا مسئلہ دفعتہً ایک ایسی اہمیت اختیار کرتا جاتا ہے جس کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ تازہ اطلاع یہ ہے کہ ریاستی حکومت نے ہندی کو اپنے تمام دفاتر اور عدالتوں میں سرکاری زبان بنانے کا فیصلہ کردیا ہے۔ اس حقیقت سے کہ کسی ریاست میں ہندی کو سرکاری زبان قرار دیا جائے کوئی شخص بھی اعتراض نہیں کرسکتا۔ یہ ہمارے ملک کے دستور کا فیصلہ ہے اور ہندوستان کے ہر شہری کو اسے تسلیم کرنا چاہئے۔ لیکن اس اعلان کے ساتھ ہی دہلی میں اس کی علاقائی زبان کا سوال پیدا ہوتا ہے جو بلاشبہ اردو ہے۔ اترپردیش سے بھی زیادہ دہلی میں ایسے لوگوں کا اوسط ہے جو اردو زبان بولتے اور لکھتے ہیں۔ قطع نظر اس حقیقت کے کہ دہلی کئی صدیوں سے اردو کا مرکز رہی ہے۔ اب بدلے ہوئے حالات میں دہلی کی ۸۰ فیصدی آبادی جس میں سکھ اور ہندو بھی برابر کے شریک ہیں اردو ہی کو اپنی زبان سمجھتے ہیں۔ اس لئے دارالسلطنت میں اردو کی علاقائی حیثیت ناقابل انکار ہے اور اس کی اس حیثیت کی حفاظت بہت ضروری ہے۔ ہم دہلی کے اردو دوستوں اور انجمن کی شاخ دہلی سے کہتے ہیں کہ تحریک کے شروع کرنے کا یہی وقت ہے۔ ان کو اب اترپردیش میں انجمن کی تحریک کے قدم بقدم چل کر جلد سے جلد اپنی عرضداشت صدر جمہوریہ کی خدمت میں پیش کردینی چاہئے۔ بہ نسبت اترپردیش کے دہلی میں یہ کام بہت آسان ہے۔ اس لئے کہ یہ ایک چھوٹا سا رقبہ ہے۔ اور یہاں دستخط جمع کرنے کا کام ۲ مہینے میں تکمیل پاسکتا ہے۔ اب تک جب کبھی دہلی کی شاخ کی طرف سے یہ تجویز پیش کی گئی کہ کوئی ایسی تحریک شروع کی جائے ہم نے ہمیشہ اس کے خلاف مشورہ دیا اس لئے کہ دہلی کی حکومت کا رویہ اردو زبان کے متعلق فراخدلانہ انصاف پر مبنی رہا ہے۔ اب بھی ہمیں یقین ہے کہ اگر رائے عامہ کوئی صحیح مظاہرہ کرے گی تو ہندی کے ساتھ ساتھ اردو کی علاقائی حیثیت کو تسلیم کرنے سے دہلی کی حکومت انکار نہ کرے گی۔

جزیرہ انڈمان میں اردو کشی کی مہم

دور دراز جزیرہ انڈمان میں بھی تقریباً دو سال سے کچھ ایسے پہنچ گئے ہیں جنھوں نے یہ دیکھنا پسند نہیں کیا کہ وہاں ہندوستانی زبان سب سے زیادہ مقبول ہے۔ انڈمان کی انڈین ایسوسی ایشن جس کے صدر مہرت رتنام ہیں۔ بار بار اس مسئلے کو مرکزی وزارت تعلیم کے روبرو پیش کررہی ہے۔ وہاں سے فیصلے بھی ہوجاتے ہیں لیکن کسی گوشے پر کچھ بھی اثر نہیں۔ ایسے میں جو ہر دفعہ رکاوٹ

پیدا کر دیتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ حکومت انڈمان بھی ان ہی کے زیر اثر ہے ان حالات کی ایک مثال پورٹ بلیر کا ہائی اسکول ہے جس کے منتظمین اصرار کر رہے ہیں کہ اس کا الحاق اجمیر بورڈ سے کیا جائے اس لئے کہ جزیرہ کی آبادی کی اکثریت کے کلچرل اور تہذیبی تعلقات زیادہ شمالی ہند سے ہیں۔ ۸ ماہ کے قریب گزرے کہ مرکزی وزارت تعلیمات نے بھی اس تجویز کو منظور کر لیا۔ لیکن ایک جماعت ہے جو چاہتی ہے کہ بنگال کے تعلیمی بورڈ سے اسکول کا الحاق کیا جائے۔ شاید خوف اس کا ہے کہ انڈمان کے آبادکاروں کے بچوں کو ہندستانی زبان سیکھنے کا موقع نہ ملے۔ حالت یہ ہے کہ اسکول کے ۳۶۰ طلبا میں سے ۳۰۰ نے اپنی مادری زبان اردو لکھائی ہے۔ پھر حیرت انگیز بات یہ ہے کہ یہ تعلیم اردو یا ہندی کا کام نہیں ہے۔ بنگال میں ذریعہ تعلیم بنگالی ہے لہذا نتیجہ یہ نکلا کہ مقصد یہ ہے کہ چاہے ان بچوں کو ایک غیر مانوس اور بیگانہ زبان ہی سیکھنی پڑے لیکن کسی طرح اردو سے تو یہ محروم ہو جائیں اگر ہندی کے مقابلے میں اردو کو ختم کرنے کی کوشش کی جاتی تو ہم سمجھتے کہ اتر پردیش کی روایات پر عمل ہو رہا ہے۔ لیکن یہ بھی تو نہیں۔ ایسے بچوں پر بنگالی زبان ٹھونسنے کا ارادہ کیا جاتا ہے جن کے باپ دادا کو بھی اس زبان سے کوئی واسطہ نہیں اور یہ صرف اس لئے کہ وہ اردو نہ پڑھنے پائیں!!

انڈمان کا یہ معاملہ بلاشبہ مرکزی وزارت تعلیمات کی فوری توجہ کا مستحق ہے۔

ہم پہلے بھی کئی مرتبہ اس مسئلے پر لکھ چکے ہیں اور ضرورت ہوگی تو پھر لکھیں گے

ہلکے ہلکے اشارے

——— پنجاب کے چیف منسٹر شری بھرجے اپنی ایک تقریر میں فرمایا کہ ہندی زبان کے حامیوں کو اگر وہ چاہتے ہیں کہ ہندی زبان پنجاب میں ترقی کرے، میرے کام لینا چاہئے۔ وہ اپنے مقصد کو بہت نقصان پہنچائیں گے اگر وہ علاقائی زبانوں کے حقوق کو نظر انداز کرنے کی کوشش کریں گے ......

——— ہندی کے دوستوں کو بھر کی تلقین، پنجاب میں تو شاید کچھ موثر ہو لیکن بھلا بھرجی صاحب اتر پردیش کے ہندی کے حامیوں سے تو یہی بات کہیں اور پھر دیکھیں کہ کیا جواب ملتا ہے! ...... جب حکومت کی قوت ساتھ ہو تو صبر کا سوال کیا ہو سکتا ہے؟ اور جب علاقائی زبان کو راستے سے ہٹانے بغیر ہندی کا بیڑا پار نہ ہوتا ہو تو رعایت اور مروت کیسی؟!! سوچنے کا طریقہ جو اتر پردیش نے اختیار کیا ہے وہ بھرجی صاحب کے فہم سے یقیناً بالاتر ہے!!

——— حال ہی میں بستی میں اتر پردیش کی ایک صوبائی اردو کانفرنس ہوئی تھی۔ اس کے صدر استقبالیہ قاضی محمد عدیل عباسی ایم۔ ایل۔ اے نے اپنے خطبے میں اتر پردیش کے ... کی تنگ دلی اور کج فہمی کی مثال دیتے ہوئے یہ دلچسپ لیکن فکر خیز واقعہ بیان کیا۔ انھوں نے کہا کہ ایک اسکول پر ایک سب ڈپٹی انسپکٹر صاحب معائنہ کرنے گئے۔ وہاں ایک چار سال کا بچہ جو کم عمر ہونے کے باعث اسکول میں داخل نہیں تھا، تختی پر الف، بے لکھ رہا تھا۔ سب ڈپٹی صاحب نے یہ بھی دیکھنے کی جرأت گوارا نہیں کی کہ بچہ اسکول میں داخل ہے یا نہیں اور معائنہ میں یہ تحریر کر دیا کہ مدرس پاکستانی معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اسکول کا ایک لڑکا الف، بے لکھ رہا تھا۔

——— اب فرمائیے کیا ارشاد ہوتا ہے۔ ہندوستان کے مسلمان کیلئے کس قدر سہل ہے پاکستانی ... اور پاکستانی جاسوس بن جانا۔ تختی پر الف، بے لکھئے اور کسی انسپکٹر صاحب کو دکھا دیجئے۔ وہ صاف فرما دیں گے کہ تم پاکستانی اور تمھارے باپ پاکستانی اور تمھارے دادا پاکستانی!!

——— یہ اتر پردیش ہے!

——— اس ریاست کے حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے عباسی صاحب نے فرمایا کہ:-

——— "آزادی کے سات سال گزر جانے کے بعد بھی حالت یہ ہے کہ اردو کے ساتھ ایک بدیشی زبان سے بھی بدتر سلوک کیا جاتا ہے۔ وہ کسی سرکاری یا نیم سرکاری محکمے میں بطور زبان تسلیم نہیں کی جاتی ہے۔ کچہریوں کا حال یہ ہے کہ وہاں اردو کو داخلہ کی اجازت نہیں ہے۔ اردو کے دستاویزات کی نقل اردو رسم خط میں نہیں جاتی اور جو اصل کاغذات اردو میں ہوں ان کا ترجمہ عدالتوں میں داخل کرنا پڑتا ہے۔ اگر ترجمہ نہ دیا جائے تو وہ کاغذ خارج کر دیا جاتا ہے اور پڑھا ہی نہیں جاتا ہے۔ سرکاری دفاتر اور گورنمنٹ کے گزٹ میں جو اشتہارات، نوٹس اور اعلانات پبلک کی اطلاع کے لئے شائع ہوتے ہیں ان میں سے کوئی اردو میں نہیں ہوتے حتی کہ نشانات راہ اور سڑک پر میلوں کے پتھر پر بھی اردو کو جگہ نہیں دی گئی ہے۔ لکھنؤ جیسے شہر میں اسٹیشنوں پر اندر آنے کا راستہ اور باہر جانے کا راستہ اردو میں تحریر نہیں ہے اور ایسی کٹھن بھاشا میں درج ہے کہ ان کا سمجھنا ان لوگوں کے لئے بھی مشکل ہے جو اسے پڑھ لیتے ہیں۔ ٹکٹ خریدنے کی جگہوں پر بھی اردو زبان کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ سب سے بڑا ظلم یہ ہے کہ بچوں کو اردو پڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔"

——— اور یہ سب عباسی صاحب اس حالت میں کہہ رہے ہیں جب دوسری طرف سے شدت کے ساتھ یہ پروپیگنڈہ ہو رہا ہے کہ اردو والے جو مطالبات مانگتے تھے سب ان کو دے دی گئیں، پھر اب علاقائی زبان زبان کا سوال کیوں! اس عنوان سے غالباً اتر پردیش کی حکومت کی طرف سے صدر جمہوریہ کی خدمت میں عرض کیا ہوگا کہ یہ تو سب ہم نے اردو کے لئے کر دیا اب اردو والوں کی یہ محض ضد ہے کہ وہ علاقائی زبان کا دعوی کئے جاتے ہیں۔ اگر صدر جمہوریہ یا حکومت ہند کہیں اس مغالطے میں آ گئی تو آئین کی مزید دفعہ ٹھنڈی الماری میں پڑی رہے گی اور اردو کے حامیوں کو کوئی اور قدم اٹھا کر اس مغالطہ کا پردہ چاک کرنا ہوگا!

—— اور واضح یاد شری سمپورنانند جی اب اتر پردیش کے چیف منسٹر ہیں جو اردو زبان کے وجود کو تسلیم ہی نہیں فرماتے!!

—— کچھ اردو والے بھی اس فریب نفس میں مبتلا ہو رہے ہیں کہ دو دس بیس مدرسوں میں اردو کی تعلیم کا انتظام اور بچوں کو داخل کر کے وہ سمجھتے ہیں کہ بس حکومت کے الطاف و اکرام سے فائدہ اٹھانے کا یہی طریقہ ہے —— اور کچھ سوچنے کی ضرورت نہیں!!

—— دہلی کی اسمبلی میں تقریر کرتے ہوئے سوشلسٹ پارٹی کے لیڈر میر مشتاق حسین نے کہا۔

"چیف کمشنر نے اپنی تقریر ہندی میں کی اس کا میں خیر مقدم کرتا ہوں۔ لیکن یہ ہندی اس قدر زیادہ سنسکرت آمیز تھی کہ اس پر براہمنی زبان ہونے کا شبہ ہوتا ہے۔ بدھ ہمیشہ اپنے عقائد کی تلقین پالی زبان میں کیا کرتے تھے۔ حالانکہ اس وقت سرکاری زبان سنسکرت تھی وہ ایسا اس لئے کرتے تھے کہ پالی زبان عوام کی زبان تھی۔ ایک جمہوری حکومت کی زبان آسان اور سادہ ہونی چاہئے تاکہ عوام اس کو سمجھ سکیں..... یہ بھی حیرت کی بات ہے کہ اڈریس کا کوئی اردو ترجمہ تقسیم نہیں کیا گیا..."

—— دہلی میں بھی ہوا کا رخ بدلا ہوا ہے۔ علاقائی زبان کو نظر انداز کرنے کی ترغیب ہندی والوں کے لئے بے پناہ ہوتی ہے! دہلی میں لاکھوں اردو والے کیا سوچ رہے ہیں؟

—— بستی میں کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے فراق گورکھپوری نے کہا کہ عوام کی اس زبان کو سنسکرت کے دو ہزار سے زائد الفاظ اور فارسی کے چھ ہزار الفاظ نے آراستہ کیا ہے۔

انھوں نے کہا کہ سنسکرت زبان کی ماں ضرور ہے لیکن ہندی والوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ ڈنڈے کے زور سے کسی..... زبان کو نہیں مٹایا جا سکتا۔

انھوں نے کہا کہ یہ چیخ پکار پاگل پن ہے کہ مدرسوں میں اردو پڑھانے کی ممانعت کر دی جائے..... آپ تاج محل اور لال قلعہ کو جلا وطن نہیں کر سکتے۔ اگر حکومت نے اردو کے خلاف جہاد بول دیا تو مشترکہ قومیت کی بنیادیں ہل جائیں گی۔

—— آج پورا ایک سال ہوتا ہے جب انجمن ترقی اردو کے ایک وفد نے جس میں ہندوستان کی بہت اہم شخصیتیں شامل تھیں اتر پردیش کے ساڑھے بیس لاکھ سے زائد بالغ باشندوں کے دستخطوں سے صدر جمہوریہ کی خدمت میں ایک درخواست پیش کی تھی جس میں یہ استدعا کی گئی تھی کہ اردو کو اتر پردیش کی علاقائی زبان تسلیم کیا جائے اور اس کو ضروری مراعات مرحمت کی جائیں۔ لیکن آج تک اس درخواست کا کوئی جواب نہیں ملا اس وجہ سے صوبہ کے حامیان اردو میں بہت بے چینی ہے لہذا یہ کانفرنس صدر جمہوریہ سے استدعا کرتی ہے کہ وہ اس درخواست کو جلد از جلد شرف منظوری بخشیں

بستی کانفرنس کی یہ ایک قرارداد ہے۔ جس پر ہمیں صرف اتنا اعتراض ہے کہ ایک سال کی مدت کو اتنا طویل کیوں سمجھا گیا!! ہمیں اگر چار پانچ سال انتظار کرنا پڑے تب بھی سودا سستا ہے!! —— ذرا غور کیجئے اتر پردیش کے جیالوں کو اس ٹالم ٹول سے کس قدر تسکین حاصل ہوتی ہوگی!

—— دہلی میونسپل کمیٹی نے حکم دیا ہے کہ اردو کے میونسپل اسکول بھی اپنے کاغذات اور رجسٹر ہندی زبان میں لکھیں۔

یہ گویا پہلا قدم ہے۔ اس کے بعد اردو مدرسوں سے اردو خارج ہوگی یا اسکول بند کئے جائیں گے —— تاریخ اپنے کو دہراتی ہے ابھی یہی قصہ ناگپور کارپوریشن میں پیش آچکا ہے۔ اور کتنے ہی ایسے مکاتب اتر پردیش میں بند ہو چکے ہیں —— ایک وبائی ہوا ہے جو چل رہی ہے۔

—— لیکن دہلی والے کیا سوچ رہے ہیں؟؟ یہ سوالیہ نشان ہر روز زیادہ جلی ہوتا جاتا ہے۔

—— اس دفعہ اتر پردیش کی اسمبلی میں اردو کا ذکر آیا تو اس کے ساتھ کچھ لطائف و ظرائف بھی تھے۔ وزیر مالیات حافظ محمد ابراہیم صاحب نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ سرکار اردو زبان کی ہر وہ مدد کرے گی جو اسے پردیش کی کسی غیر سرکاری زبان کی ہونی چاہئے —— یعنی اب سرکاری طور پر اردو صرف ایک غیر سرکاری زبان ہے، علاقائی نہیں ہے! بنگال میں بنگالی علاقائی ہو یا مرہٹی مدھیہ پردیش میں، لیکن اتر پردیش میں اردو کو علاقائی نہیں کہا جا سکتا —— یہ بات تو صاف ہو گئی!!

—— وزیر مالیات نے اپنی بیاسی (۸۲) منٹ کی مطبوعہ تقریر ہندی زبان لیکن اردو رسم الخط میں لکھوا کر پڑھی؛ یہ جوڑ اور پیوند بھی خوب رہا! شدھ ہندی کی پاکیزگی اور طہارت کو اردو رسم الخط نے کتنا خراب کر دیا ہوگا؟ —— حافظ صاحب کو کچھ اس کا بھی خیال نہ آیا!! اس سے تو یہ بہتر تھا کہ رومن رسم الخط میں تقریر لکھوائی گئی ہوتی! آخر انگریزی تو تھی "غیر سرکاری"، نہیں جیسی اردو ہے!!

—— تقریر میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اردو اور ہندی کے اہل قلم کے لئے کچھ رقم بجٹ میں رکھی گئی ہے —— کسی نے یہ دریافت نہ کیا کہ یہ اعلان تو کئی سال سے کیا جا رہا ہے لیکن کیا آج تک کسی اردو کتاب پر بھی کوئی انعام دیا گیا؟

——— مخالف پارٹی کے لیڈر مسٹر راج نرائن سنگھ نے مالیاتی سال ۱۹۵۵-۵۶ء کے بجٹ پر عام مباحثے کا آغاز کرتے ہوئے دوران تقریر میں وزیر مالیات کی بجٹ تقریر میں اردو زبان کے بارے میں بیان کی گئی سرکاری پالیسی کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا "اب سرکار کو یہ محسوس ہوا کہ اس پرانت (صوبے) میں اردو بھی بولی جاتی ہے! اب سرکار کو معلوم ہوا کہ اردو کورس کی کتابیں نہیں ملتی ہیں!! اور اب اسے پتہ چلا کہ مقررہ مقدار میں اردو پڑھنے والے طالب علم بھی ہیں جن کے لئے اردو ٹیچر کا انتظام کرنا چاہئے!!! انتہا ہے نادانی کی ہے۔"

پرجا سوشلسٹ پارٹی کے انتخابی منشور (الیکشن مینی فسٹو) کی طرف ایوان کی توجہ مبذول کراتے ہوئے مسٹر سنگھ نے بتایا کہ اس منشور میں علاقائی زبانوں کی امداد سے حکومت کی لاپروائی پر اعتراض کیا گیا ہے۔ انھوں نے کہا "تاریخ یہیں بتاتی ہے کہ علاقائی زبانوں کو ختم کر کے یا انھیں دبا کر کے کبھی قومی زبان نہیں بن سکتی بلکہ علاقائی زبانوں کو ترقی دینے اور انھیں پروان چڑھانے سے ایک قومی زبان پیدا ہوتی ہے۔"

بجٹ تقریر کے اس ٹکڑے کو دہراتے ہوئے کہ "شری گووند بلبھ پنت سابق چیف منسٹر اور ڈاکٹر سمپورنانند موجودہ چیف منسٹر اس سدن میں اعلان کر چکے ہیں کہ سرکاری دفتروں میں اردو درخواستیں بھی دی جا سکتی ہیں" مسٹر راج نرائن نے پوچھا کہ جب یہ اعلان پہلے ہی کیا جا چکا ہے تو اب "بجٹ تقریر" میں اس سلسلے میں اپنی نیک چلنی کا ثبوت دینے کی کیا ضرورت پیش آگئی ہے۔"

انھوں نے کہا "سرکاری دفتروں اور عدالتوں سے کبھی یہ جاننے کی کوشش کی گئی کہ اردو میں درخواست دینے والوں کی کیا چھیچا لیدر اور کیا کیا فضیحتی ہوتی ہے؟"

اردو زبان کے سلسلے میں اس سرکاری اعلان کو "الیکشنی حربہ" بتاتے ہوئے مسٹر راج نرائن سنگھ نے کہا "جب الہ آباد، دیوریا، علی گڑھ اور سیتا پور کے ضمنی انتخابات کے موقع پر ہندو اور مسلمانوں نے مل کر کانگریس کو پچھاڑا تو اردو زبان کی ترقی کی بات کہی گئی۔"

....

اپنی دو گھنٹے اور ۳۰ منٹ کی طویل تقریر ختم کرتے ہوئے مسٹر سنگھ نے وزیر مالیات سے درخواست کی کہ آئندہ ایسی تقریر ایوان میں نہ ہونی چاہئے جو حقائق سے دور ہو۔

——— اردو والوں نے تو ابھی تک الیکشن کے معاملے سے علاقائی زبان کی تحریک کو بالکل الگ رکھا ہے اور کسی بھی سیاسی تحریک سے الجھنے نہیں دیا لیکن اگر کبھی اتر پردیش میں یہ آواز بلند ہوگی کہ جب تک اردو کے ساتھ انصاف نہ کیا جائے ووٹ نہ دیا جائے تو اس کا رد یا جواب ہمارے پاس تو کچھ نہیں!

——— اتر پردیش کی اسمبلی میں، مسٹر نرنجن سنگھ (آزاد) نے وزیر مالیات کی بجٹ پر تقریر کے بارے میں خیال ظاہر کیا کہ نہ وہ اردو تھی نہ ہندی۔

انھوں نے کہا "یہ ایسی زبان تھی جس میں ایک طرف فارسی کے ناقابل فہم الفاظ تھے دوسری طرف ڈھائی سو کے قریب انگریزی کے الفاظ۔ میں چاہتا ہوں کہ آئندہ سے وزیر مالیات ایسی بھاشا میں تقریر کریں جو شستہ ہو۔"

——— اردو کے بارے میں سرکاری اعلان کو محبان ہندی کے لئے قابل تشویش بتاتے ہوئے انھوں نے خیال ظاہر کیا کہ اردو کو بڑھانے کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ فرقہ پرستی اب بھی ہے اور وہی "پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو" کی پالیسی پر عمل کیا جا رہا ہے۔

——— امید ہے کہ وزیر مالیات حافظ محمد ابراہیم صاحب (جن کا نام بھی "شدھ" نہیں) آئندہ شدھ "بھاشا" میں بولنا سیکھ لیں گے! ——— لیکن جس بات سے اتر پردیش کی اسمبلی کے بعض معزز ممبران کی نیند اب تک خراب ہو رہی ہے، وہ تو وہی ہے کہ اردو کو بڑھانے سے فرقہ پرستی کو تقویت پاتی ہے۔ اس کا آخر کیا علاج ہو؟ دیکھئے نا اردو کا نام آتے ہی معزز رکن کے قلب میں فرقہ پرستی کا خوف بلکہ خود فرقہ پرستی پیدا ہو جاتی ہے اور انھیں بجا طور پر یہ شکایت ہوتی ہے کہ نہ وزیر مالیات اپنی تقریر میں اردو کا نام لیتے نہ ان کے دل کو فرقہ پرستی کے جذبات بے چین کرتے!!

——— سنیکت دل کے ممبر مسٹر ویریندر شاہ نے "اردو" کے بارے میں سرکاری اعلان پر سخت تشویش ظاہر کی اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ اس سلسلے میں اپنی پالیسی کو واضح الفاظ میں ظاہر کردے۔

انھوں نے سرکاری اعلان کو دستور ہند کے خلاف قرار دیتے ہوئے اندیشہ ظاہر کیا کہ اردو کے بارے میں سرکار نے جو حکم دے دیا ہے اس کے نتیجہ میں ہندی زبان ——— صوبے کی سرکاری زبان ——— کی اشاعت اور توسیع میں رکاوٹ پڑ جائے گی۔

——— دوسرے مقرر جنھوں نے "اردو" کے معاملے پر اظہار خیال کیا کانگریسی ممبر مسٹر کرشن چندر شرما تھے۔

انھوں نے اردو کے بارے میں سرکاری اعلان پر اس لئے اپنی پسندیدگی کی مہر ثبت کی کہ اس سے ایک طبقے کی بے [illegible] دور ہو جائے گی۔ لیکن انھوں نے مسلمانوں کی بے اطمینانی رفع کرنے کی پالیسی کو زیادہ پسند نہیں کیا اور حکومت پر زور دیا کہ وہ ایک بار طے کرے کہ وہ کون کون چیزیں ہیں جو ایک خاص طبقے کی بے اطمینانی کا سبب ہیں

مسٹر شرما نے کہا "اس طبقے کے اطمینان کی خاطر ہم نے ملک کو تقسیم کیا، ہم نے اپنی دولت کو تقسیم کیا اور اپنے ذرائع اور وسائل کو بانٹ دیا تو آخر کون سی حد ہے جہاں اس طبقے کی شکایت رفع ہو جائے؟"

مسٹر شرما نے سرکاری اعلان کے جوان کے نزدیک مسلمانوں اور اردو دوستوں کی بے اطمینانی دور کرنے کے لئے کیا گیا ہے اس سے بہت پہلے کردئے جانے کی ضرورت بتائی۔ ساتھ ساتھ ہی انھوں نے "اردو تحریک" پر حملہ کرتے ہوئے کہا "گزشتہ چند برسوں میں اردو کے مسئلے کو حل کرنے کی جس طرح کوشش کی گئی وہ فرقہ پرستی کے پہلو سے کی گئی۔"

مسٹر شرما نے حکومت سے کہا کہ وہ اس طبقے کے افراد کی بے اطمینانی ضرور دور کرے جو اس ملک میں شانتی اور امن کے ساتھ رہنے پر تیار ہیں۔

——— لیجئے یہ ایک نیا انکشاف ہوا کہ ہمارے ہی "اطمینان خاطر" کے لئے ہمارے نیتاؤں نے "ملک کو تقسیم کیا، دولت کو تقسیم کیا اپنے ذریعہ اور وسائل کو بانٹ دیا"؟ اب مسٹر شرما کو بتانا چاہئے کہ "آخر کون سی حد ہے جہاں سے اس طبقے کی شکایت رفع ہو جائے؟"

تاریخ آزادی ہند جو لکھی جارہی ہے اس کے اڈیٹروں کی کمیٹی میں مسٹر شرما کا شریک نہ کیا جانا حیرت انگیز ہے!!

اشک شوئی

وزیر مالیات حافظ محمد ابراہیم صاحب نے اتر پردیش اسمبلی میں اپنا بجٹ پیش کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ:

"اتر پردیش کی حکومت یہ مانتی ہے کہ اس پردیش میں اردو بھی بولی جاتی ہے اور بہت سے بچوں کی مادری زبان اردو ہے" ——— موصوف نے یہ بھی کہا "سابق وزیر اعلیٰ پنڈت گووند بلبھ پنت اور موجودہ وزیر اعلیٰ مسٹر سمپورنانند اس ایوان میں یہ بیان دے چکے ہیں کہ سرکاری دفتروں میں درخواستیں اردو میں بھی دی جاسکتی ہیں۔"

سلسلۂ تقریر جاری رکھتے ہوئے وزیر مالیات نے کہا "چونکہ اس پردیش میں اردو بھی بولی جاتی ہے۔ اس لئے سرکار کو اس کی ہر وہ مدد کرنے میں کوئی تامل نہیں جو سرکار کی طرف سے کسی غیر سرکاری زبان کی کی جانا چاہئے۔

اپنی بیاسی (۸۲) منٹ کی تقریر میں جو ہندی اور انگریزی میں چھپ کر بجٹ لٹریچر کے ساتھ ممبروں کے ہاتھوں میں پہنچ چکی تھی۔ حافظ محمد ابراہیم نے صوبے کی مالیاتی صورت حال اور ترقی کے منصوبوں پر بہت تفصیلی روشنی ڈالی۔ انھوں نے اردو رسم الخط میں لکھی ہوئی ہندی زبان میں اپنی تقریر پڑھی۔

تقریر کے آخری حصے میں یہ بتاتے ہوئے کہ ہندی اور اردو میں کتابیں لکھنے والوں کے لئے بھی ایک رقم بجٹ میں رکھی گئی ہے۔ وزیر مالیات نے کہا:

"میں معافی چاہتا ہوں کہ موضوع سے ذرا ہٹ کر اس جگہ پر یہ صاف کردینا چاہتا ہوں کہ اتر پردیش گورنمنٹ یہ مانتی ہے کہ اس پردیش میں اردو بھی بولی جاتی ہے اور بہت سے بچوں کی مادری زبان ہے چونکہ سرکار اس اصول کو مانتی ہے کہ ایک خاص عمر تک بچوں کو شکشا (تعلیم) ان کی مادری زبان میں ملنا چاہئے۔ اس لئے سرکار نے یہ بندوبست کردیا ہے کہ جن اسکولوں میں اردو پڑھنے والے مقررہ سنکھیا (تعداد) میں موجود ہوں وہاں اردو ٹیچر دیا جائے۔ اس کی دیکھ بھال کے لئے ایک خاص افسر مقرر ہے جس کا یہ کام ہے کہ جہاں ضرورت ہو وہاں اس کا انتظام کرائے۔

وزیر مالیات نے سلسلۂ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا "یہ معلوم ہونے پر کہ اردو میں کورس کی کتابیں چھپی ہوئی نہیں ملتیں راجیہ سرکار (صوبہ سرکار) نے ان کو خود چھپوایا۔ شری گووند بلبھ پنت سابق چیف منسٹر اور ڈاکٹر سمپورنانند موجودہ چیف منسٹر اس سدن (ایوان) میں یہ بیان دے چکے ہیں کہ سرکاری دفتروں میں درخواستیں اردو میں بھی دی جاسکتی ہیں۔"

جس وقت وزیر مالیات اردو کے بارے میں سرکاری پالیسی بیان کررہے تھے صرف ایک ممبر کی طرف سے اظہار تحسین کی صدا ——— میز تھپتھپانے کی آواز ——— اٹھ رہی تھی۔ یہ ممبر مولانا شاہد فاخری تھے

مولانا فاخری نے بار بار زوردار طریقے پر اپنی میز کو تھپتھپایا مگر جب حافظ جی نے کہا "سرکار کو اردو کی ہر وہ مدد کرنے میں تامل نہیں جو سرکار کی طرف سے کسی غیر سرکاری زبان کی کی جانا چاہئے" تو مولانا فاخری خاموش رہے

جیسے انھیں یوپی میں اردو کو "غیر سرکاری زبان" کا درجہ دیا جانا پسند نہیں آیا کوئی نئی بات نہیں۔ پہلی بار اس طرح واضح الفاظ میں سرکاری پالیسی کے اعلان کے سلسلے میں جب اردو دوست ممبران اسمبلی کا رد عمل معلوم کیا گیا تو سوائے مولانا فاخری کے کسی نے کوئی خوشی ظاہر نہیں کی۔

کانگریسی ممبر قاضی عدیل عباسی نے جو ایک ہی ہفتہ قبل ضلع بستی میں محبان اردو کا زبردست اجتماع کرچکے ہیں جس نے یوپی میں اردو کے مستقبل کے بارے میں بعض دور رس فیصلے کئے ہیں کہا "وزیر مالیات نے کوئی نئی بات نہیں کی ہے۔ سرکار کی طرف سے بار بار یہی باتیں کہی گئی ہیں۔ مگر ان پر عمل درآمد نہیں ہوا۔ سوال اعلان کا نہیں، عمل درآمد کا ہے۔ دیکھنے کی بات یہ ہے کہ حکومت میں یہ طاقت ہے کہ اپنے افسروں سے بھی اپنی پالیسی منوالے اب تک تو تجربہ اس کے خلاف ہی رہا ہے۔"

ضلع بستی کے دوسرے کانگریسی ممبر مسٹر سلیمان آدھمی نے بھی قاضی صاحب سے پورا پورا اتفاق ظاہر کیا۔

مسٹر گووند سہائے (ایم۔ایل۔سی) نے جو شہریوں کے جمہوری محاذ کے ممتاز رہنما ہیں۔ اردو کے بارے میں سرکاری اعلان کو "الکشنی حربہ"

قرار دیا، انھوں نے کہا۔ موجودہ الیکشن میں مسلمانوں نے کانگریس سے ذرا سی بے تعلقی کا اظہار کیا ہے تو سرکار نے یہ اعلان کیا اگر پوری طرح بے تعلقی کا مسلمانوں کی طرف سے ظاہر ہو تو ہر کانگریسی قرآن شریف پڑھنے لگے گا۔"

ایک مسلمان ممبر نے جو علاقائی زبان کی مہم میں نمایاں رہے ہیں فرمایا کہ وزیر مالیات کی یہ تقریر اردو کی ایک جیت ہے۔

گاندھی ہندستانی ساہتیہ سبھا دلی

یہ ایک خبر کا عنوان ہے جو رسالہ منگل پربھات میں شائع ہوئی ہے۔ منگل پربھات ہندوستانی پرچار سبھا وردھا کا ارگن ہے جو کاکا صاحب کالے کر صاحب کی ایڈیٹری میں شائع ہوتا ہے اس میں ایک صفحہ معلوم نہیں کیوں اردو رسم خط کا بھی ہوتا ہے خبر اسی رسم الخط میں چھاپی گئی ہے۔ مگر زبان وہی استعمال کی جاتی ہے جس کا نام تو ہندوستانی ہوتا ہے مگر رنگ اور روپ اسی سنسکرتی ہندی کا ہوتا ہے جس کی اشاعت میں ہر قسم کے کرتب دکھائے جا رہے ہیں اور ہندی کے دوست نما دشمن اس کو عام کرنے کے لئے ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔ گاندھی جی کی ہندوستانی کیا تھی اور وہ کس قسم کی ہندستانی کو ناگری اور اردو رسم الخط میں رواج دینا چاہتے تھے اس کا نمونہ تو پھر دکھاؤں گا۔ آج تو آپ صرف اس خبر کی زبان ملاحظہ کریئے جس کے ساتھ گاندھی جی کے بڑے نام کا لیبل بھی لگا ہوا ہے اور جب پوری خبر نقل مطابق اصل پڑھ لیجئے تو بولئے گاندھی جی کی جے۔

ہندستانی پرچار سبھا وردھا کی سالانہ بیٹھک تاریخ ۵-۹-۵۴ کو راشٹرپتی بھون نئی دلی میں ہوئی تھی۔ اس میں نیچے کا پرستاؤ منظور ہوا۔

جیسے کہ پہلے ہی ادکاری سمیتی کے تاریخ ۲۰-۵-۵۴ کے پرستاد نمبر ۵ کے انوسار سوچا گیا تھا۔ ہندستانی پرچار سبھا، وردھا کے آدرش اور اُدیشیوں کے مطابق ہندوستانی کا ادبی اور تعلیمی کام دلی کیشیتر سے بڑھانے کے لئے ہندستانی پرچار سبھا کی ایک شاخ "گاندھی ہندستانی ساہتیہ سبھا" نام سے دلی میں کھولی جائے۔

• اپنا کام چلانے کے لئے زمین خریدنا، مکان بندھوانا، روپیہ جمع کرنا اور خرچ کرنا، ہندستانی ساہتیہ لکھوانا اسے شائع کرنا اور ضرورت پڑنے پر ودیالے چلانا ان کاموں کے پورے ادھکار اس سبھا کو ہوں گے اس سبھا کا کام شروع کرنے و چلانے کے لئے ضروری سب ادھکار کاکا صاحب کالے کر کو دے جاتے ہیں۔"

اوپر لکھے ہوئے پرستاؤ دوارا جو ادھکار مجھے ملے ہیں۔ ان کے انوسار بھارت سرکار کے ساتھ لکھا پڑھی کر کے راج گھاٹ سمادھی کے پاس فیروز کوٹلہ کے نزدیک نیشنل ہائی وے (ودیات مارگ) کے کنارے ایک ایکڑ زمین پراپت کر لی ہے۔ ہندستان سرکار نے مہربان ہو کر زمین کے کرایہ کے طور پر سالانہ صرف (۱۰۰) سو روپیہ لینے کا طے کیا ہے اس مہربانی کے لئے ہم ہمیشہ بھارت سرکار کے کرتگیہ رہیں گے۔

اب اس زمین پر کاریالے، پستکالے، گودام، ودیستھاپک کے لئے اور انے کرمچاریوں کے لئے رہنے کا مکان، موٹر گیرج آدی ضروری عمارتیں کھڑی کی جائیں گی

ہندستانی کا ادبی اور تعلیمی کام چلانے کے لئے جو شاخ کھولنے کا آدیش وردھا سبھا نے مجھے دیا ہے۔ اس کے انوسار میں نیچے دیئے ہوئے سدسیوں کی سبھا بناتا ہوں۔ یہ سبھا وردھا سبھا کے ادیشیوں کو مانے رکھ کر اپنا کام چلانے کے لئے آوشیک نیماولی بنائے گی (رجسٹری کی سمتی پراپت کرنے میں کچھ سمے لگا۔ اس لئے سبھا کی ستھاپنا ترنت نہیں ہو سکی تھی)

(۱) شری کاکا صاحب کالے کر. ادھیکش

(۲) شری راج کماری امرت کور

(۳) شری شری من نارائن اگروال

(۴) ڈاکٹر راجندر پرشاد

(۵) مولانا ابوالکلام آزاد

(۶) رامیشوری نہرو (۷) مسز جینی ناناوٹی طوطا ستی

(۸) شری اے۔ ایم خواجہ صاحب (علی گڑھ)

(۹) پنڈت سدرشن (۱۰) شری امرت لال ناناوٹی

(۱۱) شری ہربنس وڈیرا، منتری

(کاکا کالے کر سبھاپتی)

اردو دشمنی کی وبا — دلی میں

دلی۔ معلوم ہوا ہے کہ چیرمین تعلیمی کمیٹی دلی میونسپل کمیٹی کی طرف سے تمام اردو پرائمری اسکولوں کے نام سرکلر جاری کیا گیا ہے کہ وہ اپنا ریکارڈ اردو میں نہ رکھیں بلکہ ہندی میں رکھیں یہی نہیں بلکہ اسکولوں کے بورڈ بھی صرف ہندی میں لگائے جانے کی ہدایت کی گئی ہے۔ اس سے نہ صرف اردو ٹیچروں میں سخت بے چینی پھیل گئی ہے بلکہ اردو پڑھنے والے بچوں کے والدین اور سرپرست بھی میونسپلٹی کی اس اردو دشمنی پر سخت تشویش کا اظہار کر رہے ہیں۔

ٹیچروں کی بے چینی اس لئے قدرتی ہے کہ وہ اردو کے ٹیچر ہیں اور اردو زبان ہی میں اچھے اور صاف ستھرے ریکارڈ رکھ سکتے ہیں۔ اگر ریکارڈ صرف ہندی میں رکھنے کی پابندی لگا دی گئی تو نہ صرف یہ کہ ریکارڈ خراب ہوں گے بلکہ اس میں ان ٹیچروں کا وقت بھی ضائع ہوگا اس وقت دہلی

ہیں تقریباً آٹھ یا دس اردو پرائمری اسکول ہیں جو لال کنواں اور جامع مسجد کے علاقے میں واقع ہیں۔ ان طلبا کی تعداد ڈیڑھ ہزار سے زائد ہے ٹیچروں کی تعداد تقریباً ۶۰ ہے۔

ٹیچروں کے ایک ترجمان نے نامہ نگار الجمعیۃ سے گفتگو کرتے ہوئے اس بات پر حیرت کا اظہار کیا کہ جب اردو ہندوستان کے دستور میں ایک تسلیم شدہ زبان ہے تو کیا وجہ ہے کہ ان اسکولوں میں بھی جو اردو کے اسکول کہلائے جاتے ہیں دست درازی کی جائے اس قسم کا اقدام یہی نہیں کہ دستور ہند کے خلاف ہے بلکہ اس سے لسانی تعصب اور تنگ دلی کا بھی اظہار ہوتا ہے۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ جب سے نئی میونسپل کمیٹی کا نیا ڈھانچہ قائم ہوا ہے۔ اس وقت سے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میونسپل کمیٹی کو اردو دشمنی کا مظاہرہ کرنے کے علاوہ اور کوئی کام ہی نہیں ہے۔

یہ امر طے شدہ ہے کہ دہلی ہمیشہ اردو کا گہوارہ رہی ہے۔ اور آج بھی یہاں اردو زبان بولنے والے دوسری زبانوں کے مقابلے میں زیادہ ہیں۔ آئے دن اردو کے مشاعرے، ادبی اجتماعات اور بے شمار اردو اخبارات و اردو رسائل کی اشاعت اس کا ثبوت ہیں لیکن میونسپل کمیٹی کی تنگدلی اور اردو دشمنی ملاحظہ ہو کہ میونسپل آفس اور دوسرے مقامات پر آویزاں میونسپلٹی کے اردو بورڈ تک چن چن کر ہٹائے جا رہے ہیں۔ ایک دہلی والا جب میونسپل آفس میں پہنچتا ہے تو وہ اپنے آپ کو بالکل ناخواندہ محسوس کرتا ہے۔ عام طور پر پوچھا جا رہا ہے کہ اگر ہندی کے ساتھ ساتھ اردو بھی لکھ دی جائے جیسا کہ اکثر غیر سرکاری اداروں کے بورڈوں پر لکھا ہوتا ہے تو کیا میونسپل کمیٹی کی دیواریں ایسے بورڈوں کا بوجھ نہ سنبھال سکیں گی۔

معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ اگر دہلی میونسپل کمیٹی نے اردو سے متعلق اپنی موجودہ دل آزار پالیسی نہ بدلی اور ان اقدامات کو واپس نہ لیا جن کا مقصد یہ ظاہر کرنا ہے کہ دہلی میں بھی اردو نہیں بولی جاتی تو تمام اردو داں حضرات متفقہ طور پر اس سلسلے میں کوئی اقدام کریں گے۔ ہو سکتا ہے کہ جلد ہی اس سلسلے میں مختلف طبقوں کا ایک غیر رسمی اجتماع طلب کیا جائے جس میں تمام صورت حالات پر غور کیا جائے۔

(الجمعیۃ)

انجمن کی خبریں

حیدرآباد ۱۳ فروری ۱۹۵۸ء کو جسٹس احمد محی الدین صاحب انصاری کی کوٹھی میں جہاں قاضی محمد عبد الغفار صاحب جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو ہند کا قیام ہے ۔ ۱۳ فروری کو ایک ادبی مجلس منعقد ہوئی۔ جس میں جناب ایل۔ این گپتا معتمد تعلیمات حکومت حیدرآباد ضیاء الدین صاحب انصاری پرنسپل انجینئرنگ کالج نواب ہوشیار جنگ جسٹس احمد محی الدین انصاری، خیر بہرودی صاحب مددگار معتمد انجمن ترقی اردو، سری نواس لاہوٹی سکریٹری ہندی پرچار سبھا نے شرکت فرمائی اور وزارت عزم جمید لکھنوی، دل لکھنوی، حارث بلیاوی، سلیمان اریب، اکبر حیدرآبادی اور عشرت واثور صاحبان نے اپنا کلام سنایا۔

۱۴ فروری کو حیدرآباد کی انجمن ترقی اردو کے جلسے میں خیر بہرودی صاحب اور دل لکھنوی صاحب نے شرکت فرمائی۔ اس موقع پر جو عصرانہ دیا گیا اس میں حیدرآباد کے ادیبوں اور شاعروں کے علاوہ معززین نے بھی شرکت فرمائی۔ اور خیر صاحب سے تبادلہ خیال کیا اور دل صاحب نے اپنے کلام سے مسرور فرمایا۔

---

۱۵ فروری کو ہندی پرچار سبھا حیدرآباد کی طرف سے جگر مراد آبادی صاحب کرتار سنگھ صاحب خیر بہرودی صاحب اور دل لکھنوی صاحب کا خیر مقدم کیا گیا۔ اس تقریب کی صدارت سپریم کورٹ کے لائق ایڈووکیٹ شری جتیندر ناتھ واگھرے صاحب نے فرمائی، جو ہندی پرچار سبھا حیدرآباد کے بانیوں میں ہیں اور زبان و ادب سے معلوماتی دلچسپی رکھتے ہیں۔ سری رام شرما صاحب معتمد عمومی نے مہمانوں کا استقبال کیا اور سری نواس لاہوٹی صاحب معتمد سبھا نے اپنی تقریر میں سبھا کی پالیسی پر روشنی ڈالی اور کہا کہ :-

> "جب تک ہندی والے ہندوستان کی علاقائی زبانوں کی ترقی کی جدوجہد میں برابر کے شریک نہیں ہوں گے اس وقت تک نہ تو وہ ہندی کو راشٹر بھاشا بنا سکتے ہیں اور نہ انگریزی کی جگہ ہندی حاصل کر سکتی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہندوستان کی تمام زبانیں ایک دوسرے کے قریب آئیں۔"

اس تقریر کے بعد گل پوشی کی گئی اور خیر بہرودی صاحب نائب معتمد انجمن ترقی اردو نے یہ درخواست کی گئی کہ وہ رسم الخط کے مسئلے پر اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں جو ان کا خاص مضمون ہے اور جملہ اراکین مجلس

ڈاکٹر صاحب اس کمیٹی میں ان کو دیکھ چکے ہیں جو اس مسئلے کے حل کے لئے گاندھی جی کی حیات میں کی گئی تھی۔ خیر صاحب نے مختصر طور پر ہندی اور اردو کے بارے میں اظہار خیال فرماتے ہوئے بتایا کہ یہ مسئلہ لسانیات کے ماہرین کے حل کرنے کا ہے۔ اس سلسلے میں میرا ایک مضمون شائع ہو چکا ہے۔

آپ کی تقریر کے بعد دل لکھنوی اور جگر مرادآبادی صاحب نے اپنا کلام سنایا۔

اس غیر مقدمی جلسے میں ممتاز خواتین، ہائی کورٹ کے کئی جج، یونیورسٹی کے اساتذہ، عہدے داران، حیدرآباد کی علاقائی زبانوں کے نمائندے اور حیدرآباد کے وزیر مالیہ سری وناٹک راؤ ودیا النکار بھی شریک تھے۔

(نامہ نگار)

پونا پونا میں اردو کو ختم کرنے کی ایک اور کوشش ناکام ہوئی۔ مجلس بلدیہ پونا نے کل اپنے اجلاس میں ۱۶ کے مقابلے میں ۱۸ ووٹ سے سابق میئر شری ایم نانواڈے کی اس قرارداد کو مسترد کر دیا کہ مجلس بلدیہ پونا کی جانب سے جو اردو مدارس قائم ہیں انھیں بند کر دیا جائے اور آئندہ کوئی نیا اردو مدرسہ قائم نہ کیا جائے۔

شری نانواڈے نے قرارداد پیش کرتے ہوئے کہا کہ اردو ہندوستان کی علاقائی زبان نہیں بلکہ پاکستان کی قومی زبان ہے۔ ایسی صورت میں جو لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اردو ان کی مادری زبان ہے انھیں کوئی خصوصی سہولتیں نہ دی جائیں۔

ڈاکٹر ڈبلیو آر دھامجیرے نے قرارداد کی تائید کرتے ہوئے کہا کہ پونا میں ایک شخص بھی ایسا موجود نہیں جس کی مادری زبان اردو ہو جو لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کی مادری زبان اردو ہے وہ غلط کہتے ہیں، کیونکہ ان کی مادری زبان مرہٹی ہے۔ انھوں نے کہا کہ اگر اردو مدارس کے لئے خصوصی امداد دی جائے تو اس کا مطلب "لسانی جارحانہ اقدام" ہے۔

(پی۔ ٹی۔ آئی)

پٹنہ پٹنہ۔ ۴ مارچ کو بزم ادب بی۔ این کالج کے جلسے کی صدارت کرتے ہوئے وزیر محصولات سری کرشن بلبھ سہائے نے فرمایا کہ اردو زبان کو ہندوستان میں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ یہ زبان ہندوستان میں پیدا ہوئی ہے اور ہندو اور مسلمان دونوں ہی نے اس کی پرورش و پرداخت کی ہے اور اردو ہندوستانی کلچر کا جزو بن گیا ہے اس کو کسی طرح اٹھایا اور دبایا نہیں جا سکتا۔ انھوں نے ان لوگوں کی سخت مذمت کی جو اردو کو غیر ملکی زبان کہہ کر اس کو ختم کر دینا چاہتے ہیں۔

آگے چل کر انھوں نے کہا کہ اردو زبان کو دستور ہند میں پھلنے پھولنے کی ضمانت دی گئی ہے۔ اس لئے ہر ہندوستانی کا فرض ہے کہ وہ اردو کے تحفظ اور بقا کے لئے کوشش کرے

سری کرشن بلبھ سہائے نے ہندی اور اردو کے حامیوں کو تنبیہ کیا کہ وہ ہندی کو سنسکرت اور اردو کو فارسی آمیز زبان بنانے کے بجائے ہندستانی بنانے کی کوشش کریں۔ اس لئے کہ زبان کی ترقی ادق اور ثقیل الفاظ سے نہیں ہوتی بلکہ عام فہم اور عوامی بنانے سے ترقی کرتی ہے۔

انھوں نے ہندی کے حامیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ جو لوگ جبراً ہندی کو غیر ہندی داں لوگوں پر لادنا چاہتے ہیں وہ ہندی کے دشمن ہیں اس لئے کہ زبان زبردستی لادی نہیں جا سکتی۔

حیدرآباد انجمن عوامی مصنفین کی جانب سے حیدرآباد کے ایک نوجوان شاعر لطیف ساجد کی بے وقت موت کا غم منایا گیا۔ جلسہ تعزیت کی صدارت مسٹر فضل الرحمٰن نے کی۔

جلسے نے ایستادہ ہو کر ایک قرارداد تعزیت منظور کی اور دو منٹ کی خاموشی منائی گئی۔ اس موقع پر شاعروں اور ادیبوں اور نقادوں نے ساجد مرحوم کی روح کو خراج عقیدت پیش کیا۔

صدر جلسہ مسٹر فضل الرحمٰن نے اپنی تقریر میں کہا کہ انجمن عوامی مصنفین کا یہ کام ہے کہ وہ ساجد کے کلام کو جو مختصر لیکن عزیز ہے منظر عام پر لا کر ادبی موت سے بچائے۔ انھوں نے کہا کہ ایک ایسے وقت جبکہ اردو کی طرف زیادہ توجہ نہیں کی جا رہی ہے ساجد جیسے اچھے شاعروں کا انتقال کر جانا اردو ادب کا ایک عظیم نقصان ہے۔

جلسے میں مسٹر غلام ربانی تاباں اور جناب قاضی عبدالغفار صاحب معتمد عمومی انجمن ترقی اردو ہند کے پیامات پڑھ کر سنائے گئے۔

مارہرہ سید سرور عالم صاحب مارہروی نے جو اپنے نام سے کم اور تخلص سوامی سے زیادہ جانے پہچانے جاتے ہیں ۸ مارچ کی شام کو اپنی جائے قیام "سوامی کی کٹیا" میں خیر بہوروی صاحب کا پرتپاک خیر مقدم کیا۔ "ہم دو دوست احباب نے خیر صاحب سے علاقائی زبان کے مسئلے پر تبادلہ خیال کیا۔ (نامہ نگار)

اردو کتابوں پر انعام

لکھنؤ ۱۴ فروری۔ حکومت یو۔پی نے جو انعامی کمیٹی بنائی تھی اس نے مندرجہ ذیل اردو کتابوں کے یو۔پی کے مصنفوں کو انعامات دینے کا فیصلہ کیا ہے۔

(۱) اردو عربی ڈکشنری	مصنف عبدالحفیظ بلیاوی	۵۰۰/ روپے
(۲) ادب اور نظریہ	〃 آل احمد سرور	۵۰۰/ روپے
(۳) پیام ساوتری	〃 جگر بریلوی	۵۰۰/ روپے
(۴) جوئے رواں	〃 افسر میرٹھی	۵۰۰/ روپے
(۵) تاریخ تنقید	پروفیسر مسیح الزماں	۵۰۰/ روپے
(۶) تحقیقی مطالعے	ڈاکٹر نذیر احمد	۲۵۰/ روپے

نئی کتابیں

کبیر جوگ (حصہ اول)

مہرشی شیوبرت لال ورمن ایم اے نے لکھی ہے جو بڑے خدارسیدہ بزرگ تھے اور جن کا روحانی فیض آج بھی جاری ہے۔ مہرشی جی کی زندگی کا اعلیٰ مقصد انسانیت کی خدمت تھی اور انھوں نے "ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد" کو اپنی زندگی کا عنوان بنالیا تھا۔ یہ کتاب طالبان حقیقت و تشنگان معرفت کے لئے لکھی گئی ہے اور شری بھولائی نے اپنے اہتمام میں رادھا سوامی ست سنگ نظام آباد حیدرآباد دکن کی طرف سے شائع کی ہے۔ اس کی تین جلدوں کی قیمت پانچ روپے اور ایک جلد حصہ اول کی قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے ہے اور ملنے کا پتہ یہ ہے۔

(رادھا سوامی ست سنگ نظام آباد۔ حیدرآباد۔ دکن۔)

مہرشی جی نے انسانی زندگی کے سدھار اور اس کو حسین بنانے کے لئے اس طرح کی کئی سو کتابیں لکھی ہیں اور انداز بیان ایسا دلکش رکھا ہے کہ معمولی پڑھا لکھا آدمی بھی ان سے مستفیض ہو سکتا ہے۔ اور عرفان کی روشنی حاصل کر سکتا ہے۔

کبیر جوگ میں مہرشی جی نے کبیر کے اعلیٰ خیالات اور عقائد کی تشریح کی ہے اور بتایا ہے کہ کبیر کو سمجھ لینے کے بعد خدا تک پہنچنا بہت آسان ہو جاتا ہے۔ اور چونکہ کبیر کی تعلیمات کا خلاصہ معرفت نفس کی تحصیل ہے اور کبیر موحد تھا اور مذہبوں کی تفریق ذات پات اور اونچ نیچ کے خیالات کو لغو سمجھتا تھا اور تمام اشیا کو ذات باری کا مظہر و آثار کہتا تھا۔ اس لئے نجات و ابتلا پر حکم بھی اخلاقی نقطہ نظر سے لگاتا تھا۔ اور جو کچھ بھی کہتا تھا۔ اپنے یقین و اعتقاد سے کہتا تھا یہی وجہ ہے ہندی کی مذہبی شاعری کو جتنی فروغ اس کے عارفانہ کلام کی صداقت کی بدولت پہونچی اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ کبیر کے بہت سے دوہوں کا ترجمہ رابندرناتھ ٹیگور نے بھی کیا ہے۔

صفحہ ۷ پر مہرشی جی نے لکھا ہے کہ مگہر گورکھپور کے قریب بلیا کے ضلع میں واقع ہے جو صحیح نہیں ہے۔ "مگہر" گورکھپور سے قریب بستی کے ضلع میں ہے۔ جہاں کبیر کے ہندو اور مسلمان معتقدوں نے ایک ہی جگہ مندر اور روضہ بنایا ہے۔

مگہر او۔ ٹی۔ آر کا اسٹیشن بھی ہے اور اسٹیشن کے پاس ہی تالاب کے کنارے کبیر کا مندر اور روضہ زیارت گاہ خلائق ہے۔

ع

گلدستہ عرفان　قیمت چھ آنے
گنجینہ تخیلات　قیمت دس آنے

یہ دونوں کتابیں بھی مہرشی شیوبرت لال صاحب ورمن ایم اے رادھا سوامی کے قابل قدر ارشادات کا مجموعہ ہیں جو طالبان حق کے لئے مشعل راہ کا کام دیتی ہیں۔

مہرشی جی اپنے وقت کے اچھے بزرگوں میں تھے آپ کی تصنیف کی ہوئی سب ہی کتابیں مفید ہیں جن کے ملنے کا پتہ یہ ہے۔

ست سنگیت پبلشنگ ہاؤس گورکھپور

گلستان سخن

محمد علی لائبریری کلکتہ کے ایک طرحی مشاعرے کا انتخاب ہے جو یکم جنوری ۱۹۵۵ء کو جناب محمد آبادی صاحب کی صدارت میں ہوا تھا۔ قیمت تین آنے۔ ملنے کا پتہ:۔

سکریٹری محمد علی لائبریری ۲۵ اے کنائی سیل اسٹریٹ کلکتہ ۱

سالانہ رپورٹ

محمد علی لائبریری کلکتہ بابت ۱۹۵۴-۱۹۵۳ء کی سالانہ رپورٹ ہے جس کو سراج احمد صاحب اعزازی جنرل سکریٹری نے مرتب کیا ہے۔

لائبریری کے دارالمطالعہ میں ۲۳ روزنامہ ۱۵ ہفتہ وار ایک پندرہ روزہ ۲۵ ماہنامہ اور ایک سہ ماہی رسالہ آتا ہے۔

روزانہ یہاں کے پڑھنے والوں کی تعداد ۲۸۵ اور مختلف مذاق کی کتابیں جو لائبریری سے باہر گئیں ان کی تعداد ۷۶۶۲ ہے۔

رپورٹ محنت سے مرتب کی گئی ہے اور دوسری لائبریریوں کے لئے نشان راہ ہیں۔

عمرانیات

حصہ اول برائے فرسٹ فارم قیمت بارہ آنے
حصہ دوم برائے سکنڈ فارم قیمت ایک روپے
حصہ سوم برائے تھرڈ فارم قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے

عجائبات سائنس

حصہ اول برائے فرسٹ فارم قیمت ایک روپیہ
حصہ دوم برائے سکنڈ فارم قیمت ایک روپیہ چار آنے
حصہ سوم برائے تھرڈ فارم قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے

ہمارے دیس کی کہانی

:۔ اے۔ بی مڈل اسکول مدرسوں کی چوتھی اور پانچویں

جماعت کے لئے قیمت آٹھ آنے اور نو آنے۔

قدرت کا مطالعہ

اے۔ بی ۔ منٹری مدرسوں کی تیسری اور چوتھی جماعت کے لئے قیمت سات آنے اور آٹھ آنے۔

یہ کتابیں اے۔ احمد پادشاہ صاحب ایم۔ اے کی لکھی ہوئی ہیں جو سررشتہ تعلیمات حکومت مدراس نے اپنے جدید نصاب کے لئے منظور کیا ہے اور بہت ہی دلکش رنگوں میں چھاپی گئی ہیں۔ جن کو دیکھ کر یہ کہنا پڑتا ہے کہ بچوں کی فطری صلاحیتیں خود اس کی زندگی اور ترقی کی ضامن ہیں۔ ان کتابوں کے مصنف اے احمد پادشاہ صاحب ایم۔ اے بہت ہی اچھے ادیب ہیں اور ریاست مدراس کے مشہور مقام میل وشارم کے رہنے والے ہیں۔

دنیا کی سیر

قیمت بارہ آنے

اس کتاب کے مرتب اور مصنف پی عبدالرحمان صاحب بی اے ایل ٹی ہیڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی اسکول میل وشارم ہیں یہ کتاب بھی سررشتہ تعلیمات حکومت مدراس کے جدید نصاب کے مطابق اے۔ بی منٹری مدرسوں کے پانچویں جماعت کے لئے لکھی گئی ہے۔ ان تمام کتابوں کو کتاب گھر نے شائع کیا ہے جس کے دفتر کا پتہ یہ ہے۔

(۵۔ برٹے صاحب اسٹریٹ فرسٹ لین اونٹ روڈ۔ مدراس ۱۱)

بچوں کے لئے کہانیاں

چون منن	قیمت	تین آنے
انوکھی چھتری	قیمت	چھ آنے
تارا کا ڈنڈا	”	تین ”
میاں مٹھو	قیمت	پانچ آنے
بونے کا بٹوا	قیمت	تین آنے
نارراجا	قیمت	تین آنے
پری کی چھڑی	قیمت	چار آنے
بلخ شہزادی	قیمت	چار آنے
پرستان کی سیر	قیمت	تین آنے
گھی شکر	قیمت	آٹھ آنے
نئی کہانیاں	قیمت	آٹھ آنے
اسلامی نظمیں	قیمت	دس آنے

بچوں کی ان دلچسپ اور مزے دار کہانیوں کی کتابوں کے لکھنے والے اور ترتیب دینے والے محمد شفیع الدین صاحب نیر ایم۔ اے ہیں جو جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کے ان چند استادوں میں شمار کئے جاتے ہیں جنھوں نے بچوں کی ذہنی اور دماغی حالات کا نفسیاتی مطالعہ اپنی زندگی کا عنوان بنالیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نیر صاحب کی کہانیاں اور نظمیں شوق سے پڑھی جاتی ہیں۔ اور ان سے بچوں کی معلومات میں اضافہ ہی نہیں ہوتا ہے بلکہ ان کی اخلاقی زندگی بھی سنور جاتی ہے۔ نیر صاحب نے ان کتابوں کو خود شائع کیا ہے جو نیر کتاب گھر جامعہ نگر، نئی دہلی سے منگائی جاسکتی ہیں۔

باپ بیٹے

قیمت پانچ روپے۔ ملنے کا پتہ مکتبہ جامعہ۔ دہلی۔

اس بارے میں تو اختلاف آرا کے امکانات ہیں کہ روسی ادب نے اردو ادب کو کتنا متاثر کیا۔ مگر اس مسئلے میں تو اختلاف کی گنجائش ہی نہیں ہے کہ روسی ادب نے اردو ادب کو متاثر کیا ہے اور روس کے افسانوی ادب نے جس کی حیثیت مسلم ہے اردو کے افسانہ نویسوں نے کافی اکتساب کیا ہے اور اس کا سہرا مجیب صاحب شیخ الجامعہ کے سر ہے کہ انھوں نے روسی ادب کی دو جلدیں شائع کرکے اردو کے افسانہ نگاروں اور ادیبوں کی رہنمائی کی۔ افسوس یہ ہے کہ ان دو جلدوں کے بعد تو مجیب صاحب نے اس کی طرف توجہ کی نہ کسی اور صاحب نے حالانکہ اس کی ضرورت آج بھی اتنی ہی ہے جتنی کل تھی

کچھ لوگوں نے روسی افسانوی کے ترجموں کی طرف توجہ ضرور کی ہے۔ مگر وہ ترجمے کامیاب ترجمے نہیں کہے جاسکتے۔ بالکل حال کی ایک کوشش ”باپ بیٹے“ کے نوآموز مترجم نے کی ہے جس کی اشاعت مکتبہ جامعہ جیسے ادارے کی طرف سے محل غور ہے

”باپ بیٹے“ تورگنیف کا بڑا مشہور اور معرکۃ الآرا ناول ہے جس میں اس نے وقت کے اہم مسائل اور تحریکات کو پیش کیا ہے اور بیک وقت دو نسلوں کو خیالات اور عقائد کے دو مختلف اور متضاد دھاروں میں بہتا ہوا دکھایا ہے۔ (اسغ)

آسان ”پنجسالہ پلان“ اور ”ہمارا پلان“

شائع کردہ شعبۂ اشاعت وزارت اطلاعات و نشریات، ہندوستان سرکار۔ پہلے رسالے کی قیمت آٹھ آنے ہے اور دوسرے پر کوئی قیمت درج نہیں ہے۔

یہ دونوں مختصر رسالے ہمارے پہلے پنج سالہ منصوبے سے متعلق ہیں ان میں معاشی اصطلاحات سے قطع نظر، عام فہم زبان میں پہلے پنج سالہ منصوبے کے اہم عناصر کا تجزیہ کیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ منصوبے کی تکمیل کے بعد ہندوستانی معیشت کی ترقی کی کیا نوعیت ہوگی۔ ان رسالوں کی اشاعت کا مقصد پہلے پنج سالہ منصوبے اور ملک کی موجودہ تنظیم و ترقی کی تجاویز کو عوام تک پہنچانا ہے تاکہ ان کا تعاون حاصل ہو سکے اور ملک میں معاشی ترقی کی فضا قائم ہو۔ موجودہ صورت میں ہماری زراعت بڑھتی ہوئی آبادی کیلئے خوراک نہیں مہیا کر سکتی ہماری صنعتیں روزگار فراہم نہیں کر سکتیں ہمارے رسل و رسائل موجودہ ضروریات کے لئے ناکافی اور بڑھتی ہوئی ضروریات پورا کرنے کے لئے ناقابل ہیں۔ ہمارے وسائل بے مصرف، اور ہماری عظیم دولت بے کار پڑی ہوئی ہے۔

اس لئے ہندوستان کا پہلا پنج سالہ منصوبہ زراعت، صنعتیں، آب پاشی، دبجلی، رسد و رسائل و نقل و حمل، بے روزگاری وغیرہ سے متعلق تجاویز پیش کرتا ہے، اور اس کی ترقی اور اضافہ کی تدابیر پر غور کرتا ہے۔

بہ حیثیت مجموعی یہ رسالے پہلے پنج سالہ منصوبہ سے متعلق تمام اہم اور جزوی معلومات بہم پہنچاتے ہیں۔ نقشے اور تصاویر کی شمولیت ان کو دیدہ زیب اور دلچسپ اور آسان بنا دیتی ہیں۔

(اولاد احمد صدیقی)

"غیر سرکاری زبان!"

یوپی کی حکومت کے وزیر خزانہ حافظ محمد ابراہیم نے سال رواں کا بجٹ پیش کرتے ہوئے اردو کے متعلق فرمایا کہ یوپی کی حکومت اردو کی اسی طرح مدد کرے گی جس طرح وہ یوپی کی غیر سرکاری زبانوں کی کرتی ہے......

...... ہماری رائے ہے کہ اردو والوں کا ایک ذمہ دار وفد یوپی کی حکومت کے ذمہ داروں سے ملاقات کرے اور ان سے معلوم کرے کہ حافظ صاحب کے بیان میں جو اجمال ہے، اس کی تفصیل کیا ہے، اور یہ محض پرانی باتوں کا اعادہ ہے یا کسی نئی پالیسی کا عنوان ہے، کیا یوپی میں اردو علاقائی زبان قرار دی جائے گی، کیا اسکولوں میں اردو کی تعلیم کا معقول بندوبست کیا جائے گا اور کیا ایک غیر سرکاری زبان سنسکرت سے جو فیاضانہ سلوک ہو رہا ہے اور بنارس میں سنسکرت یونیورسٹی کے قیام کے لئے بجٹ میں جو رقم بہم پہنچائی گئی ہے، کیا اردو سے بھی یہی سلوک ہوگا، اور کیا لکھنؤ یا علی گڑھ میں کوئی اردو یونیورسٹی یا اردو کالج کا قیام عمل میں آئے گا؟

چاہئے تو یہ تھا کہ حافظ صاحب جب اردو کے متعلق حکومت کی پالیسی کا اعلان کر رہے تھے تو بجٹ میں بھی وہ سنسکرت کے ساتھ ساتھ اردو پر بھی نوازشیں فرمانے کا اہتمام کرتے اس سے ان کے اعلان کی صداقت کا یہ کھلا ثبوت ہوگا کہ یوپی کی حکومت صرف سنسکرت پر مہربان نہیں ہے بلکہ اردو پر بھی کرم کرتی ہے۔ بہرحال اگر پہلے نہ ہو سکا تو اب سہی، اور یہی بات اردو والوں کو یوپی کی حکومت سے معلوم کرنی چاہئے کہ حافظ صاحب کی تقریر کے منشا کی تشریح کیا ہے؟.........

سر دست غور طلب مسئلہ یہ ہے کہ حافظ صاحب کے بیان سے مسئلے کا ایک پہلو بھی پیدا ہوتا ہے کہ کیا یوپی کی حکومت نے اردو کو علاقائی زبان قرار دینے کا مطالبہ رد کر دیا ہے۔ اس لئے کہ اردو ایک غیر سرکاری زبان ہے تو ظاہر ہے کہ وہ علاقائی زبان نہیں بن سکتی۔ ہم جانتے ہیں کہ علاقائی زبان کے مطالبہ کی تردید پر یوپی حکومت قادر نہیں ہے۔ اس لئے کہ اردو قبول کا اختیار صدر جمہوریہ ہند کو حاصل ہے۔ لیکن حافظ صاحب کے بیان سے کیا یہ پہلو نمایاں نہیں ہوتا کہ اردو کو علاقائی زبان قرار دینے کے مسئلے سے جس حد تک یوپی کی حکومت کا تعلق ہو سکتا ہے، اس حد تک اس نے حافظ صاحب کی زبان سے یہ بات کہلوا دی کہ اردو ایک غیر سرکاری زبان ہے، اور وہ علاقائی زبان نہیں بن سکتی۔

ہمیں اندیشہ ہے کہ حافظ صاحب نے ایک تیر سے دو شکار کئے ایک طرف تو اردو والوں کی اشک شوئی کی کہ اردو کی مدد کی جائے گی، دوسری طرف یہ بھی کہہ دیا کہ اردو ایک غیر سرکاری زبان ہے، اور وہ علاقائی زبان نہیں بن سکتی۔

اگر یوپی کی حکومت کا فیصلہ یہی ہے تو وہ صدر جمہوریہ کے فیصلے پر بھی اثر انداز ہو سکتا ہے، یہ مسئلہ نہایت تشویشناک ہے، اور اردو کے حامیوں کو پوری کوشش کرنی چاہئے کہ یوپی کی حکومت اپنی پوزیشن واضح کرے ہم ایک بار پھر دہراتے ہیں کہ غور طلب مسئلہ یہ ہے کہ کیا حافظ صاحب کے بیان کا یہ مطلب سمجھا جائے کہ جس حد تک یوپی کی حکومت کا تعلق ہے اس نے اردو کو علاقائی زبان قرار دینے سے صاف انکار کر دیا ہے؟

(پیام وطن۔ دہلی)

دہلی میں اردو

سنتے ہیں کہ حکومت دہلی نے بعض ان اداروں کی مالی امداد کا فیصلہ کیا ہے جن کا تعلق اردو سے سمجھا جاتا ہے اور ان اداروں میں ادارہ تعلیم و تعلیمی مرکز، انجمن ترقی اردو دہلی اور رہنمائے تعلیم ہیں، امداد دس ہزار روپے سالانہ سے زیادہ نہیں ہے، یہ امداد جو رقم کے اعتبار سے بہت معمولی ہے برائے نام ہی کہی جا سکتی ہے مگر سنتے ہیں کہ یاروں کے لئے یہ معمولی سی رقم بھی پریشان کن ہو رہی ہے اور حکومت پر اردو نوازی کی تہمت تراشی جا رہی ہے۔ ہندی دہلی کی سرکاری زبان بن رہی ہے، دہلی میونسپلٹی میں ہندی رائج ہو رہی ہے، لیکن ان اداروں کی اگر دس ہزار روپے سے مدد کر دی جائے تو فی جنس کا نام لینے والوں کی نیندیں حرام ہونے لگتی ہیں، یہ دہلی ہے اور یہی نیا ہندوستان ہے ادارہ تعلیم و ترقی اور تعلیمی مرکز کے متعلق تو یہ کہنا بھی غلط ہے کہ وہ صرف اردو سے دلچسپی لیتے ہیں، ان کے ہاں ہندی بھی ہے اور اردو بھی ہے، لیکن نام جو ادارہ تعلیم اور تعلیمی مرکز ٹھہرا تو اس پر خفقان کا مرض ابھر رہا ہے۔

ہم حکومت دہلی سے صاف کہنا چاہتے ہیں کہ یہ دس ہزار کچھ بھی نہیں ہیں اور اردو کی تعلیم و ترقی پر لاکھوں روپے خرچ کرنے چاہئیں، دہلی پر اردو کا حق ہے، اور دس ہزار روپیوں سے کچھ نہیں بنتا۔ دس ہزار روپیوں کا شکریہ، لیکن جب تک اس رقم میں لاکھوں کا اضافہ نہ ہو یہ محض زخموں پر نمک پاشی ہے اردو بھیک نہیں مانگتی، اپنا حق مانگتی ہے اور یہ حق دینا پڑے گا۔

(پیام وطن۔ دہلی)

پرنٹر پبلشر قاضی عبدالغفار نے نیشنل پرنٹرس کمپنی میں چھپوا کر مرکزی انجمن علی گڑھ سے شائع کیا